رپورٹ: جناب محمد شفیق لاہور

جہلم میں گنگا اشنان

مزار پیر ہرا جو جہلم شہر میں دریا کے کنارے واقع ہے۔ مزار پیر ہرا کی شہرت کی وجہ اس سے منسوب کرامت ہے کہ جو عورت مزار کے پہلو میں لبِ دریا برہنہ غسل کرے گی اس کی گود ہری ہو جائے گی۔ اس خواہش کی تکمیل یا اُس کی آڑ میں دور ونزدیک سے سینکڑوں عورتیں ہر اتوار کو مزار پر حاضری دینے آتی ہیں اور رسم کے مطابق غسل سے پہلے زیر استعمال جوتے اور کپڑے دریا میں بہا دیتی ہیں اور غسل کے بعد دوسرا لباس پہنتی ہیں۔

دریائے جہلم پر یہ منظر مادر پدر آزاد ملکوں کے ساحلوں کو شرماتا ہے۔ کرامت کے نام پر کھیلا جانے والا یہ کھیل ایک طرف شریعت کا مذاق اڑاتا ہے تو دوسری طرف جہلم کے باسیوں بالخصوص کم عمر نوجوانوں کا اخلاق بھی تباہ کر رہا ہے، جو یہ منظر چھپ چھپ کر دیکھنے کیلئے ایک لمبا سفر طے کر کے یہاں آتے ہیں۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ دریا کے کنارے اشنان کرنے کا یہ طریقہ خالصتاً ہندوؤں کا ہے۔ خود کو بے لباس کرنے والی عورتیں اپنی خواہش کی تقلید میں اندھی ہو کر ہندوؤں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتی ہیں۔ غسل کے بعد وہ مزار کے قریب برگد کے درخت کے سات یا نو پھیرے لگاتی ہیں۔ پھیرے لگانے اور (مرغیوں کا) چڑھاوا چڑھانے کے طریقے بھی ہندومت کا حصہ ہیں جنھیں یہاں حاضری دینے والی مسلمان خواتین نے عقیدے کے طور پر اپنا لیا ہے۔ مزار پیر ہرا پر ہونے والی غیر شرعی حرکات کا ایک اور قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ تمام رسومات اتوار کو پوری کی جاتی ہیں۔ اس دن کی عیسائیت میں تو اہمیت ہو سکتی ہے لیکن اسلام میں قطعی نہیں ہے۔ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ جس جگہ پر مزار ہے وہ زمین دو ہندو بھائیوں کی ملکیت تھی جو قیامِ پاکستان کے بعد ایک مسلمان پولیس افسر (ایس پی زیدی) کو الاٹ ہو گئی۔ کسی ہندو کی جگہ پر مزار کا ہونا بھی کئی شبہات کو جنم دیتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق مزار پیر ھرا کی ماہانہ آمدنی لاکھوں میں ہے، جس کی وجہ سے مزار کی ڈیڑھ مرلہ زمین کی قیمت پچیس لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ مزار کے سامنے کھلے میدان میں کھانے پینے کی چیزوں مثلاً نان

چھولے، پکوڑے، چائے، مشروبات، مٹی اور پلاسٹک کے برتنوں کے علاوہ دیسی اور ولائتی مرغیوں کے سٹال لگائے جاتے ہیں۔ یہاں صبح کاذب سے ہی عورتوں کا آنا شروع ہو جاتا ہے اور بعد دوپہر تک خوب رونق رہتی ہے۔

آپ جہلم میں ٹرین، بس، کوچ یا ویگن پر جس جگہ بھی اتریں، رکشہ ڈرائیور، تانگہ بان اور بس والا آپ کو بتائے گا کہ مزار پیر ھرا کیسے اور کتنے پیسوں میں لے جا سکتا ہے۔ مگر یہی بات کسی پڑھے لکھے یا مہذب شخص سے دریافت کریں تو وہ مزار پیر ھرا کے بارے میں لاعلمی ظاہر کرے گا۔ یہی اس مزار کی انفرادیت ہے۔

ہم میاں بیوی جون کی ایک گرم اتوار کو صبح نو بجے کوچ کے ذریعے جہلم چھاؤنی چوک پہنچے تو کئی رکشہ والوں نے ہمیں دیکھ کر اونچی آواز میں پکارنا شروع کر دیا پیر ھرا، دربار ہرا، ادھر آؤ۔۔۔ ہمیں حیرت ہوئی کہ ان کو کیسے پتہ چلا کہ ہم مزار پیر ھرا پر جانے کیلئے آئے ہیں۔ رکشہ پر بیٹھتے ہی ڈرائیور سے پوچھا کہ تم نے کس طرح اندازہ لگایا کہ ہم پیر ہرا کے دربار پر جائیں گے؟ اس نے کہا کہ اتوار کو عموماً عورتیں ادھر ہی جاتی ہیں۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے دوسرے رکشوں اور تانگوں میں بیٹھی سواریوں کے بارے میں بتایا کہ وہ سب وہیں کی سواریاں ہیں آپ ان کو مزار پر دیکھ لینا۔ تقریباً آٹھ نو منٹ میں ہم جہلم لیڈیز کلب کے سامنے موجود تھے، جہاں سے ایک فرلانگ کے فاصلے سے مزار نظر آ رہا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ عورتوں کا ایک ہجوم ہے جو ادھر سے آ اور ادھر کو جا رہا ہے۔ یہاں پر آنے والی ہر بس میں سے کچھ خواتین ضرور اترتیں، مزار کی طرف جانے والی عورتوں کے پاس کپڑوں کی گٹھڑی اور واپس آنے والی عورتوں کے پاس پلاسٹک کا کوئی برتن ضرور تھا جو نہانے کے کام آتا ہے۔

مزار پر پہنچے تو میری بیوی مزار کی طرف چلی گئی، جس نے واپسی پر بتایا کہ مزار پیر ہرا ایک ڈیڑھ مرلہ قطعہء اراضی پر مشتمل کمرہ ہے جس پر سبز رنگ کا روغن کیا ہوا ہے، کوئی گنبد نہیں ہے۔ دروازے پر ایک 25-26 سالہ نوجوان سر پر سفید رومال باندھے کھڑا ہے جو بڑی ہوشیاری سے یہاں آنے والی خواتین کا جائزہ لیتا رہتا ہے۔ یہی نوجوان مزار پر چڑھاوے کیلئے لائی جانے والی مرغیوں کو بھی وصول کرتا ہے جنھیں مزار کے ساتھ دیوار میں بنے ڈربے کے اندر پھینک دیتا ہے۔ کمرے میں صرف ایک قبر ہے جہاں عورتیں

نذرانے رکھ دیتی ہیں، جنھیں وہ نوجوان ساتھ ساتھ اکٹھا کرتا رہتا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہی نوجوان یہاں کا گدی نشین ہے۔ دروازے کے ساتھ باہر ایک معمر خاتون یہاں آنے والی عورتوں کو تعویذ اور دوائیوں کی پہلے سے تیار پڑیاں دیتی ہے اور تاکید کرتی ہے کہ تین بار حاضری دینی ہے۔ یہاں پر دوائی کی قیمت چالیس روپے وصول کی جاتی ہے جبکہ اکثر خواتین سو روپے بھی دے جاتی ہیں۔ معمر خاتون چھوٹے نوٹوں کو ہاتھ سے تکیے کے نیچے کر دیتی جبکہ پچاس اور سو روپے کے نوٹوں کو اوپر کرتی جاتی ہے تاکہ دیکھنے والوں کو تاثر ملے کہ سو روپیہ دینا ہے۔

مزار کے ساتھ برگد کا ایک بہت بڑا درخت ہے جس کے سامنے سے گزر کر عورتیں دریا کی طرف جاتی ہیں۔ میں بھی ادھر کو چلی گئی۔ جہاں سڑھیوں کے ذریعے اتر کر دریا کے کنارے جا پہنچی۔ وہاں عورتیں بے باکی سے کپڑے اتار کر دریا میں پھینک رہی تھیں اور دریا کے کنارے کنارے دور تک بیٹھی ننگی نہا رہی تھیں۔ ان عورتوں کے ہاتھوں میں نہانے والا ڈبہ تھا چونکہ کنارے پر پانی کافی گہرا ہے۔ بعض عورتیں اپنی چپلیں اور جوتے بھی دریا میں پھینک دیتیں۔ وہاں پر موجود چند جوان لڑکیاں بڑی پھرتی سے ان کپڑوں کو اکٹھا کر رہی تھیں جو یہ عورتیں گھر سے پہن کر آئی تھیں۔ کپڑے اکٹھے کرنے والی ایک لڑکی بار بار میرے پاس آ کر نہانے کیلئے کہتی رہی۔ میں ہر بار نفی میں سر ہلا کر جواب دیتی۔ شاید اس کی نظر میرے پہنے ہوئے عمدہ کپڑوں پر تھی۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ہم چھ بہنیں ہیں۔ جن میں سے تین کی شادی ہوگئی ہے۔ ہم یتیم ہیں اور ان کپڑوں کو بیچ کر حاصل ہونے والی رقم سے گزارہ کرتی ہیں۔ ہم کو یہاں کوئی معاوضہ نہیں ملتا۔ البتہ دوسرے شہروں سے آنے والی کئی عورتیں ہمیں کچھ رقم دے جاتی ہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ اگلی مرتبہ آؤں گی تو تمہارے لئے اچھے سے کپڑے لے کر آؤں گی۔ اس لڑکی نے بتایا کہ یہاں پر بیرون پاکستان سے خاص طور پر لندن و یورپ سے بھی خواتین آتی ہیں۔ میں ڈیڑھ گھنٹہ تک وہاں بیٹھی رہنے کے بعد واپس اوپر آ گئی۔ چونکہ نہانے کے بعد برگد کے درخت کے پھیرے لگانا ضروری ہیں لہذا میں بھی درخت کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ جہاں عورتیں درخت کے تنوں کے بیچ سے دوپٹے، چادریں اور کپڑے اکٹھی کر کے گھما رہی ہیں۔ چند عورتیں دائیں سے بائیں اور کچھ بائیں سے دائیں پھیرے دے کر ان کو اوڑھ لیتی تھیں۔ چھ عورتیں اپنے شیر خوار بچوں کو تنوں کے درمیان سے گزار کر 9 پھیرے پورے کر رہی تھیں۔ بعض عورتیں رنگین

دوپٹے، رومال اور پراندے اور کھلونے مرادیں پوری ہونے کیلئے درخت کے ساتھ باندھ جاتی ہیں۔ میں نے اندازہ کیا کہ ڈیڑھ گھنٹہ میں تقریباً سو خواتین نے نہا کر درخت پر حاضری دی ہے۔ میرے پوچھنے پر ایک لڑکی نے بتایا کہ میری ہمسائی نے یہاں کے متعلق بتایا تھا۔ میں تھوڑی دیر کیلئے دوبارہ دریا پر گئی تا کہ جائزہ لے سکوں کہ یہاں آنے والی خواتین کو نہاتے ہوئے ادھر ادھر سے کوئی دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے یا نہیں۔ چونکہ پردہ تو صرف سڑک کی جانب سے موجود ہے۔ دائیں بائیں اور سامنے سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ جبکہ اوپر کھلا آسمان ہے۔ مجھے دریا کے سامنے دوسری جانب کچھ لوگ نظر آئے۔ جبکہ مزار سے پانی کے بہاؤ کی طرف بند پر بھی کچھ نوجوان جھانک رہے تھے۔ مگر تمام خواتین اس خیال سے بے نیاز ہو کر ننگی نہا رہی تھیں کہ انہیں کوئی دیکھ رہا ہے۔

مرغیاں بیچنے والے ایک شخص نے بتایا کہ یہاں تقریباً 200 مرغیاں بک جاتی ہیں جبکہ کچھ خواتین گھر سے بھی مرغیاں لے کر آتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ مزار کی طرف سے ایک شخص گٹھڑی اٹھائے گدی نشینوں کی رہائش کی طرف جا رہا ہے۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک ریڑھی والے نے بتایا کہ جمع شدہ مرغیاں ہیں جو گھر پہنچائی جا رہی ہیں۔ جہاں سے پورا ہفتہ علاقہ کے لوگ مرغیاں ان ہی سے خریدتے ہیں۔ میں مزار سے ذرا ہٹ کر دریا پر بنے بند کی طرف چلا گیا تو وہاں کئی نوجوان دریا کی سیر کو آئے ہوئے تھے جو وقفے وقفے سے اس طرف دیکھ لیتے جدھر عورتیں نہا رہی تھیں۔ بعض لڑکے مچھلی پکڑنے کے بہانے کنارے پر بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے پاس جا بیٹھا۔ کچھ دیر کے بعد دریا کے سامنے سے ہو کر دوسری طرف چلا گیا۔ وہاں بھی چند لڑکے آ جا رہے تھے جو مجھے دیکھ کر کھسیانے سے ہو گئے۔ اس علاقہ میں جدید ہسپتال، ضلع کونسل، ضلعی زکوٰۃ کمیٹی، ضلعی انفارمیشن آفس، گورنمنٹ تبلیغ سکول اور مجسٹریٹ کالونی بھی ہے۔ اتنے اہم سرکاری محکموں اور رہائش گاہوں کے ہوتے ہوئے یہ تماشہ برسوں سے جاری ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد واپس وہیں ریڑھی والے کے پاس آ گیا تو میری بیوی برگد کے درخت کے پاس بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی۔

اگلی اتوار کو صبح 7 بجے میں ایک فوٹو گرافر دوست کے ہمراہ دربار پیر ہرا پر آیا۔ وہاں سے ذرا ہٹ کر ایک کشتی کے ذریعے دریا پار کر کے مزار کے سامنے جا پہنچے۔ وہاں سے جدید لینز کی مدد سے ایک فلم ایکسپوز کی۔ چونکہ سارا منظر سامنے صاف نظر آ رہا تھا۔ اپنا کام مکمل کر کے جلدی جلدی واپس شہر والے

کنارے آ گئے۔ دریا کے دوسرے کنارے ہمیں تین نوعمر لڑکے ملے جو تماشا دیکھنے کیلئے پیدل دریائے جہلم کی دوسری جانب (سرائے عالمگیر) سے یہاں آئے تھے۔ وہ ہمیں دیکھ کر پہلے تو ٹھٹکے مگر واپسی کا پیدل مشکل سفر سوچ کر گھبرا گئے اور منت سماجت کرنے لگے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ کشتی میں واپس لے جائیں۔

دریا کنارے بیٹھے ہوئے ایک 30 سالہ نوجوان امجد علی نے بتایا کہ ہم دربار کے ساتھ تبلیغ سکول میں پڑھتے تھے تو بڑی تعداد میں لڑکے اتوار کو یہاں پر ان برہنہ نہانے والی عورتوں کو دیکھتے تھے جہاں اکثر ہمارے اساتذہ بھی مل جاتے جو ہمیں ڈانٹ کر بھگا دیتے اور خود ادھر نکل جاتے جدھر سے نہانے کا منظر نظر آتا تھا۔ مزار سے ملحقہ محلہ جس کا نام پیراغیب ہے کے ایک شخص (نام نہیں بتایا) نے کہا کہ غالباً جہلم شہر کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس نے دربار پیر ہرا آنے والی عورتوں کو نہاتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں جہلم کا رہائشی ہوں اور دربار پیر ہرا پر ان خواتین کو چھپ کر نہیں دیکھا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ علاقے کے ایک دکاندار نے بتایا کہ دربار کے گدی نشین لالچی لوگ ہیں۔ سارا پیسہ خود کھا جاتے ہیں کوئی فلاحی کام نہیں کرتے۔ ساری آبادی ان کے خلاف ہے۔ ساری مرغیاں بیچتے ہیں کبھی کسی غریب کو نہیں دیتے۔

دربار کے قریب رہائشی ایک پیر پرست شخص عظیم اللہ نے بتایا کہ پیر ہرا حق (؟) ہے مگر ان کی اولاد نالائق ہے۔ میں نے آدھی دنیا دیکھی ہے۔ تمام عورتیں ضعیف الاعتقاد ہوتی ہیں۔ عورتیں ہی ایسے کاموں کو کامیاب بناتی ہیں۔ یہاں کی عورتیں ایسے کاموں میں شریک ہونے کی دلدادہ ہوتی ہیں، جہاں چھپ کے عیاشی ہوتی ہو۔ اگر دربار پیر ہرا پر کچھ ہوتا ہے تو اس میں عورتیں برابر کی حصہ دار ہیں۔ عظیم اللہ نے بتایا کہ جب دربار پر رش بڑھ جاتا ہے تو نہانے والی عورتیں ہمارے گھر کے سامنے تک پہنچ جاتی ہیں۔ پیراغیب کے ایک 40 سالہ شخص نے بتایا کہ شہر جہلم کی بعض عورتیں نہاتے ہوئے پردہ کر لیتی ہیں چونکہ ان کو علم ہے کہ یہاں لوگ چھپ کر دیکھتے ہیں جبکہ مضافات اور دوسرے شہروں سے آنے والی خواتین ایسا نہیں کرتیں۔

دریا سے متصل رہائش پذیر ایک آدمی (جس نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی درخواست کی ہے) نے بتایا کہ اکثر عورتیں ہمارے گھر آ جاتی ہیں جو کہ بالکل ساتھ ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ شاید ہم گدی نشین ہیں۔ میرے ساتھ ایسے واقعات پیش آ چکے ہیں جنہیں یاد کر کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چند ہفتے قبل ایک نہایت دلکش خدوخال کی لڑکی اپنے ساتھ شیر خوار بچہ لائی اور مجھے کہنے لگی کہ اسے دم کر دیں۔ وہ بچے کو لے

تیسری بار یہاں آئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ بچہ اسہال کے مرض میں مبتلا ہو کر شدید کمزور ہو چکا ہے اور اسے جلد علاج کی ضرورت ہے۔ فوراً گاڑی نکالی اور بچے کو ماں سمیت لے کر ہسپتال پہنچا۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ بچہ کی زندگی چند گھڑیوں کی مہمان تھی اگر علاج کیلئے نہ لایا جاتا تو زندگی ختم ہو جاتی۔ حالانکہ بچے کی ماں سارا راستہ بضد رہی کہ آپ دم کر دیں ہسپتال نہ لے کر جائیں۔ یہاں تو ہزاروں بچوں کی زندگیوں کا معاملہ ہے۔ مزار پر بے دین لوگوں کا قبضہ ہے۔ چند سال پہلے طارق نامی ایک مجسٹریٹ نے یہاں عورتوں کے نہانے پر پابندی لگا دی تھی۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر قائم نہ رہا۔

اس نے مزید بتایا کہ گدی نشین یہاں آنے والی خوبصورت عورتوں کو نہانے کے طریقے بھی بتاتے ہیں کہ دونوں ہاتھ اوپر کر کے پانی بہانا ہے۔ ادھر منہ کر کے نہانا ہے۔ فلاں جگہ کپڑے اتارنے ہیں اور نہانے کے بعد وہاں جا کر کپڑے پہننے ہیں۔ بعض کو حکم دیتے ہیں کہ نہانے کے بعد برہنہ حالت میں مزار اور درخت کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنا ہے۔ علاقہ کے تحصیلدار نے بتایا کہ مزار کا رقبہ ڈیڑھ مرلہ ہے جو قیام پاکستان سے قبل دو ہندو بھائیوں کے نام تھا۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں تعینات ہو کر آنے والے ایس پی زیدی کے نام یہ اراضی حکومت نے الاٹ کر دی۔ یہ زمین کبھی بھی پیر ہرا یا کسی دوسرے مسلمان کے نام نہیں رہی ہے۔ اب یہ رقبہ ایک خاتون کے نام رجسٹری ہوا ہے۔ جس کا پیر ہرا خاندان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس طرح یہاں کسی مسلمان کا مزار سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس واقعے پر سپریم کورٹ آف پاکستان کی رولنگ بھی موجود ہے کہ کوئی ہندو اپنی ملکیتی جگہ پر کسی مسلمان کا مزار کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ یہ محض ایک عدالتی حکم ہی نہیں اربابِ بست و کشاد اور ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کیلئے ایک سوال بھی ہے کہ کیا یہ مزار اور برگد کا درخت اکھاڑ دینے کے قابل نہیں جس کا مسلمان خواتین طواف کرتی ہیں؟

کوٹلہ آئمہ جہلم میں توحید وسنت کانفرنس

مرکزی جمعیت اہل حدیث و اہل حدیث یوتھ فورس کوٹلہ آئمہ المعروف کوٹلہ وہابیاں کے زیر اہتمام مورخہ 27 ستمبر بروز جمعرات بعد از نماز عشاء زیر صدارت رئیس الجامعہ علامہ محمد مدنی صاحب توحید وسنت کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں واعظ شیریں بیاں مولانا قاری عبدالمتین اصغر خطیب لاہور، فاضل نوجوان مولانا حافظ محمد یونس آزاد خطیب لاہور اور دیگر علماء خطاب فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ